ہندوستان میں زبانِ عربی کی ترقی و ترویج

علمائے ہند اور عرب و عجمی مہاجرین کا مختصر تذکرہ

مولانا عبدالمالک صاحب آروی

اردو زبان کی تخلیق و تعمیر میں جن مقامی و اجنبی زبانوں کا ہاتھ ہے ان میں زبانِ عربی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، اردو زبان کی داغ بیل ڈالنے میں سب سے پہلے عربی زبان نے حصہ لیا، اس میں شک نہیں اردو کی نحوی ساخت و ترکیب اندو جرمانی اصول پر ہے اور اس لئے جب کبھی اردو کی تخلیق و نشائۃ کا سوال پیدا ہوتا ہے تو فارسی زبان سامنے آجاتی ہے اور وہ قدیم ترین عنصر جس سے اردو ممزوج ہوئی ہمارے محققین و نقاد نظر انداز کر دیتے ہیں۔ آج کی صحبت میں میں ہندوستان کے اندر عربی زبان کے نشو و ارتقا پر بحث کروں گا اور بتاؤں گا کہ اردو کے اجزائے ترکیبی میں نہ صرف قدیم ترین عنصر عربی ہے بلکہ فارسی کے دوش بدوش بھی عربی نے ہندوستان میں زبان و معاشرت مذہب و سیاست کے مختلف شعبوں پر اپنے نقوش و آثار چھوڑے۔

ہندوستان اور عرب کا پہلا تعلق بعثتِ اسلام کے بعد پہلی صدی ہجری کے آخری نصف سے شروع ہوتا ہے اور پہلا شخص جس نے ہندوستان میں علم اسلام بلند کیا مہلب بن ابی صفرہ ہیں[1]، یہ یزید بن معاویہ (۶۰ھ۔۶۴ھ) کا زمانۂ حکومت تھا۔ یہ حملہ صوبہ سرحد اور پنجاب تک محدود تھا۔ اس کے بعد مروانی خاندان کے مشہور خلیفہ ولید اموی (۸۶ھ۔۹۶ھ) کے دور میں حجاج بن یوسف نے حملہ کیا اس وقت

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد اص۱

سندھ میں مسلمانوں کا داخلہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ تذکرہ و تاریخ کی کتابیں اس عہد کے اسلامی (علمی وادبی) برکات سے بھری ہوئی ہیں۔

سب سے پہلا ہندوستانی شخص جو اسلامی ادبیات میں نمایاں نظر آتا ہے وہ ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن السندی (متوفی ۱۷۰ھ) ہیں، انھوں نے ابوامامہ سہل بن حنیف صحابی کو دیکھا اس لئے تابعی ہیں[1] نافع اور بہت سے تابعین سے حدیث سنی آپ کی زبان میں لکنت تھی، اسلئے ابونعیم کی روایت کے مطابق کان یقول حدثنا محمد بن قعب یرید کعب یعنی "کعب" کو لکنت کی وجہ سے "قعب" کہا کرتے تھے آپ امام سعید بن مسیب، محمد بن کعب القرظی، سعید بن سعید المقبری، ابی بردہ بن ابی موسیٰ، ہشام بن عروہ، اور موسیٰ بن یسار سے روایت کرتے ہیں۔

آپ سے آپ کے صاحبزادے محمد، ثوری، مسیب بن سعد، عبداللہ بن ادریس، ہاشم بن قاسم، وکیع، ہوزہ بن خلیفہ وغیرہ نے روایت کی، اس میں شک نہیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کے متعلق اکابر محدثین کی جرحیں نقل کی ہیں، بخاری ان کو منکر الحدیث کہتے ہیں، یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کان امیا لیس بشیٔ، نسائی او[illegible]د ان کو ضعیف بتاتے ہیں، ترمذی کا بیان ہے تکلم بعض اھل العلم فیہ من قبل حفظہ (حافظہ [illegible] باب میں بعض اہل علم نے ان کے متعلق کلام کیا ہے) پھر بھی کتب احادیث میں ان کی مرویات ہیں۔[2]

یاقوت حموی نے سندھ کے اور بھی فقہا اور علماء کا تذکرہ کیا ہے ان میں ایک ابو العباس داؤدی ہیں، اس مذہب پر ان کی تصنیفات پائی جاتی ہیں یہ منصورہ کے قاضی تھے۔ دوسرے ابو نصر فتح بن عبداللہ السندی ہیں یہ فقیہ اور متکلم تھے، آل حسن بن الحکم کے غلام تھے پھر آزاد ہو گئے تھے، فقہ اور کلام انھوں نے ابوعلی الثقفی سے پڑھا۔[3]

اسی عہد (دوسری صدی ہجری) میں ایک اور زبردست محدث اور عالم دین گزرے ہیں آپ کا نام

---

[1] حافظ ابن حجر آپ کا نام ابوامامہ بن سہل الانصاری، بتاتے ہیں۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ الجلد الرابع) واقدی ان کو صحابی بتاتے ہیں، خلیفہ اور بغوی نے ان کو صحابہ میں شامل کیا ہے، اور ان سے حدیث لا یقطع رجل حق مسلم بیمینہ الا حرم اللہ علیہ الجنۃ واوجب لہ النار۔ روایت کی ہے. حافظ نے اس روایت امامہ کو "سندہ قوی" کہا ہے۔

[2] تہذیب التہذیب الجزء العاشر ص ۴۱۹۔ [3] معجم البلدان لفظ السند۔

ابوحفص ربیع بن صبیح السعدی البصری (متوفی ۱۶۰ھ) ہے آپ نے سندھ میں انتقال کیا، آپ نے حسن بصری، اور عطائے روایت کی ہے۔ آپ سے وکیع، سفیان ثوری اور ابن مہدی روایت کرتے ہیں۔ مولانا غلام علی صاحب آزاد بلگرامی لکھتے ہیں۔

کان صدوقاً عابداً مجاهداً واول من صنف فی الاسلام [1]

آپ راستباز، عابد اور ریاضت پیشہ تھے اور اسلامی دنیا کے سب سے پہلے مصنف ہیں۔

گو یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے کہ عہد اسلام کی پہلی تصنیف کون ہے، صاحب کشف الظنون نے عبد الملک بن عبد العزیز بصری (متوفی ۱۵۵ھ) اور ابو نصر سعد بن عروفہ (متوفی ۱۵۶ھ) کا ذکر کیا ہے اور خطیب بغدادی نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے، ابو محمد الرامہرمزی ربیع کا نام لیتے ہیں۔ اس کے بعد سفیان بن عینیہ نے اور امام مالک نے موطا مدینہ میں تصنیف کی، پھر عبد اللہ بن وہب نے مصر میں اور معمر بن عبد الرزاق نے یمن میں، سفیان ثوری، محمد بن عقیل اور ابن عران نے کوفہ میں، حماد بن سلمہ اور روح بن عبادہ نے بصرہ میں، ہشیم نے واسط میں اور عبد اللہ بن المبارک نے خراسان میں تصنیف کی، الغرض ہندوستان کو یہ فخر ہے کہ عہد اسلام کا پہلا اسلامی مصنف اسی خاک میں میٹھی نیند سو رہا ہے۔

اس دور کے بعد جو عظیم الشان شخصیت نظر آتی ہے وہ شیخ ابو علی سندھی (متوفی تیسری صدی) کی ہے جامی کا بیان ہے کہ حضرت بایزید (متوفی ۲۶۱ھ) سے قل ہو اللہ سیکھتے تھے اور وہ (بایزید) ان سے "فنا" کا درس لیتے تھے [2]۔ اسی بنا پر ڈاکٹر نکلسن نے نتیجہ نکالا کہ ہندوستان کے یوگ کا اثر تصوف اسلامی کے مسئلہ فنا پر پڑا ہے [3]۔

ابو علی سندھی (تیسری صدی) کے بعد ایک صدی تک ہندوستان میں عربی زبان کا کوئی ایسا تاریخی عنصر نظر نہیں آتا جس نے عرب و ہند کے تصورات تہذیب اور زبان کو ممزوج کرنے میں مدد دی ہو۔ مسعودی (چوتھی صدی) دو مرتبہ ہندوستان آیا، پہلی مرتبہ ملتان (پنجاب) اور منصورہ (سندھ) میں ٹھیرا، دوسری مرتبہ کمباجہ، دکن

---

[1] سبحۃ المرجان۔ [2] نفحات الانس مطبوعہ نولکشور ص ۶۱۔ [3] Mystics of Islam. 21

اور لنکا کی سیاحت کی، اس کی کتاب مراۃ الزمان اور مروج الذہب مشہور ہیں۔ اس نے مروج الذہب میں ولید بن یزید بن عبد الملک کے گھوڑے کا نام "سندی" بتایا ہے وہ اسی کتاب میں ایک جگہ لکھتا ہے۔

فقد قدمنا فیما سلف من هذا الكتاب مراتب ملوك الهند وغيرهم من ملوك العالم۔ ؎۱	سلاطین ہندوستان اور ان کے علاوہ شاہانِ عالم کے مراتب کے متعلق ہم اس کتاب کے اگلے صفحات میں لکھ چکے ہیں۔

اسی طرح وہ ہندوستان کے آلۂ موسیقی جھانجھ کا تذکرہ کرتا ہے، مسعودی نے مروج الذہب میں دمشق کے ایک گاؤں کا نام بھی "دیر ہند" بتایا ہے، ؎۲

ابو ریحان البیرونی (پانچویں صدی) میں ہندوستان آیا یہ خوارزم کا رہنے والا تھا۔ دولتِ غزنویہ (سلطان محمود متوفی ۴۲۱ھ و مسعود متوفی ۴۳۲ھ) کے دور میں گزرا ہے، ہندوستان کی زبان و معاشرت اور مذہب و فلسفہ پر اس کی کتاب "الہند" بڑی معرکۃ الآرا چیز ہے، عربی ادبیات میں اس کا ایک خاص مرتبہ ہے، یہ کتاب مسلمانوں اور ہندوؤں کے میل جول کا ایک آئینہ ہے۔

مسعود بن سعد بن سلمان (علی صدر الحیاہ الی ۵۱۵ھ) مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے علمائے ہند کے سلسلے میں ابو حفص ربیع (متوفی ۱۶۰ھ) کے بعد انھیں کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ کے والد سعد بن سلمان ہمدان کے رہنے والے تھے عہد غزنویہ میں لاہور آئے سلطان ابراہیم غزنوی نے نوازا۔ آزاد کا بیان ہے فاعطاہ عدۃ من الاعمال۔ آپ نے لاہور میں سکونت اختیار کی یہیں شادی کی اور مسعود بن سعد یہیں پیدا ہوئے، مسعود کو عربی، فارسی اور ہندی تینوں زبانوں میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ نے ان تینوں زبان میں اشعار کے دیوان چھوڑے ہیں

؎۱ مروج ذکر جمل من اخبار الحجاج۔ ؎۲ علامہ آزاد نے سبحۃ المرجان میں حدیث کی بہت سی روایات درج کی ہیں جن میں ہندوستان کا تذکرہ اشارۃً، کنایۃً یا لفظاً پایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں جو عجیب و غریب بات لکھی تھی وہ یہ کہ قرآن مجید میں بعض سنسکرت کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو فقیر کا مقالہ "قرآن کی لسانیاتی اہمیت" (مطبوعہ برہان ۳۹ء)

آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں اس کے بعد ہندوستان کے مفصلۂ ذیل علما کا مختصر تذکرہ کیا ہے، یہ سب عربی زبان اور علوم اسلامیہ میں امتیاز رکھتے تھے۔

حسن الصغانی مولود ۵۷۷ھ	صاحب مبارق الازہار شرح مشارق الانوار نے لکھا ہے کہ صغان ماوراء النہر میں ایک مشہور شہر ہے مولانا حسن کے اجداد میں سے ایک صاحب لاہور میں آئے یہیں حضرت موصوف کی ولادت ہوئی،

کفوی نے اپنی کتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار میں ان کو حضرت عمر فاروق رضی کی اولاد بتایا ہے۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے تعلیم حاصل کی بہت بڑے محدث اور فقیہ اور دوسرے علوم سے بھی بہرہ ور تھے، ۶۱۵ھ میں بغداد کا سفر کیا اور وہاں مدت تک قیام پذیر رہے۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں، مثلاً لغات پر کتاب الشوارد اور شرح القلادہ السمطیہ فی توشیح الدریدیہ کتاب الافتعال، کتاب العروض، مشارق الانوار، حدیث میں مصباح الدجی، شمس المنیرہ اور شرح البخاری اور درۃ السحابہ اور اس کی شرح اور کتاب الفرائض اور لغت پر ایک کتاب العباب لکھی۔

مدتوں مکہ میں مجاور رہے، پھر عراق میں آئے وہاں سے حکومت کی طرف سے ۶۱۷ھ میں ہندوستان آئے، یہاں سے پھر واپس گئے۔ پھر ۶۳۷ھ میں بغداد کا سفر کیا، مکہ، عدن اور ہندوستان میں بہت سے شیوخ سے حدیث سنی، مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ مشارق الانوار کی ابتدا میں انھوں نے مکہ میں مرنے اور دفن ہونے کی دعا کی ہے۔ خدا نے ان کی دعا سن لی اور قبول کر لی۔

شمس الدین یحیٰ الاودی (آٹھویں صدی نصف اول)	صاحب سبحۃ المرجان کی روایت ہے کہ آپ کا وطن اودھ ہے جو پورب کا دار الامارہ اور بڑا عظیم الشان شہر ہے۔ آپ مولانا ظہیر الدین البکری اور مولانا

فریدالدین شافعی کے شاگرد تھے، آخر الذکر اودھ کے شیخ الاسلام گزرے ہیں، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے بیعت کی آپ نے خرقہ پہنایا۔ اور دہلی میں بیٹھکر اپنے پیر کے سایہ میں درس دینا شروع کیا۔ حضرت سلطان الاولیاء کی وفات (۷۲۵ھ) سے چند سال بعد وفات کی۔

شیخ حمیدالدین دہلوی
آٹھویں صدی (آخری نصف)
آپ کی شرح ہدایہ مشہور ہے، صاحب کشف الظنون اور علامہ ابن الکمال نے اس شرح کی تعریف کی ہے۔ لیکن دونوں مناظرانہ انداز پر جرح بھی کرتے ہیں۔

قاضی عبدالمقتدر بن قاضی رکن الدین
آٹھویں صدی
مولانا غلام علی آزاد نے سبحۃ المرجان اور اپنی کتاب تسلیۃ الفواد دونوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے، نصیرالدین محمود اودی دہلوی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ اور آپ ہی سے بیعت بھی کی، حضرت شیخ نصیرالدین اودی (چراغ) دہلوی آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے، اور آپ کی علمی بحثوں پر خوش ہوتے اور بہت افزائی کرتے۔ قاضی عبدالمقتدر نے ۷۹۱ھ میں قضا کی اور حوض شمسی کے نزدیک دہلی میں دفن ہوئے، سبحۃ المرجان میں قاضی صاحب کا طویل قصیدہ لامیہ عربی میں ہے۔

مولانا معین الدین عمرانی دہلوی
آٹھویں صدی
سلطان محمد بن تغلق شاہ (متوفی ۷۵۲ھ) نے آپ کو قاضی عضدالایجی کے پاس ہندوستان کے بہت سے تحائف دیکر شیراز بھیجا۔ اور آنے کی دعوت دی، سلطان ابواسحٰق شیرازی نے قاضی موصوف کو آنے نہ دیا۔ یہ بھی علما کی قدر و قیمت، ایک بادشاہ ملاقات کی تمنا رکھتا تھا دعوت دیتا تھا، دوسرا اپنے سے جدا کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ شیراز میں مولانا معین الدین کی بڑی پذیرائی ہوئی — سلطان ابواسحٰق اور وہاں کے لوگوں نے بڑی عزت کی، مولانا موصوف کی تصنیفات میں کنز، حسامی، اور مفتاح العلوم پر حواشی ہیں۔

مولانا احمد تھانیسری
(آغاز نویں صدی)
آپ بھی حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی کے حاشیہ نشینوں میں تھے، بہت بلند پایہ عالم صوفی اور شاعر تھے، آزاد لکھتے ہیں ہو عالم یشبہ اللآلی تحریرہ وشاعر یحکی السلسال تقریرہ امیر تیمور نے جب ہندوستان فتح کیا تو اس نے آپ کے علمی فضائل کے حالات سنے، ملاقات کی خواہش ظاہر کی، ملنے کے بعد آپ کے کمالات سے واقف ہوا تو ندیموں میں شامل کرلیا۔ جب امیر تیمور ہندوستان سے روم کی طرف جانے لگا تو مولنا موصوف یہیں رہ گئے۔ دہلی بے رونق ہوگئی تھی آپ نے کالپی کا سفر کیا وہاں درس دینے لگے اور یہیں انتقال کیا۔ اور قلعہ کالپی کے اندر دفن ہوئے۔

مولانا آزاد نے آپ کا عربی قصیدہ دالیہ نقل کیا ہے اور ایک لطیف نکتہ بھی بیان کیا ہے، امیر تیمور نے ہندوستان فتح کیا تو ہمارے ہندوستانی شاعر نے قرآن کی آیت سے بہ طریق تعمیہ تاریخ نکالی۔ فرماتے ہیں:-

صار فکری مستعینا واحدا واقتنی تاریخہ فتح قریب

امیر تیمور نے ۸۰۵ھ میں فتح کیا، شاعر نے قرآن کی آیت الم غلبت الخ کی طرف اشارہ کیا ہے جس کے عدد ۸۰۵ ہوتے ہیں (سورۂ روم) میں خدائے تعالیٰ نے بیان کیا ہے گو فارس والے (کافر و مشرک) اہل روم (اہلِ کتاب) پر غالب آگئے ہیں کچھ سال بعد روم والے ہی غالب ہو جائیں گے۔ مولانا احمد تھانیسری نے وطنی محبت کی بنا پر امیر تیمور کی بربریت پر نفرین کی اور تمنا کی کہ جس طرح اہلِ فارس غالب آگئے تھے اسی طرح ارضِ ہند پر امیر تیمور غالب آگیا لیکن اس کا یہ غلبہ دیرپا نہیں رہ سکتا جیسا کہ خدا نے الم غلبت الخ میں وعدہ کیا ہے، ایک احمد تھانیسری ہندوستانی شاعر تھے، اور دوسرے غالب بھی خاک پاک ہندوستان سے تعلق رکھتے تھے، لیکن انھوں نے اپنے جد ید خداوندانِ نعمت کی خدمات میں قصائد پیش کر کے جس رکیک ذہنیت کا مظاہرہ کیا اس سے سخت افسوس ہوتا ہے، گو غالب ہمارے ادب اور زبان کا بہت بڑا معمار گزرا ہے لیکن ہم اسے قومی اور وطنی اعتبار سے کچھ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے، فقیر نے اپنے مقالہ غالب کی اخلاقی کمزوریاں، (ملاحظہ ہو میری کتاب مقام محمود) اس مسئلہ پر کسی حد تک مفصل بحث کی ہے۔

قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر الزاولی متوفی ۸۴۹ھ آپ دولت آباد (دہلی) میں پیدا ہوئے، قاضی عبد المقتدر اور مولانا خواجگی سے شرف تلمذ حاصل کیا، آخر الذکر مولانا معین الدین العمرانی کے شاگرد تھے، جب تیمور ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا تو مولانا خواجگی اس کے ورود کے قبل دہلی سے کالپی چلے گئے۔ قاضی شہاب الدین بھی اپنے استاد کی صحبت میں پہنچے استاد تو کالپی ہی میں رہ گئے اور قاضی صاحب جونپور چلے گئے، یہاں کے بادشاہ سلطان ابراہیم شرقی نے بہت نوازا، اور ملک العلماء کا لقب دیا، آپ نے یہاں مسندِ تدریس بچھائی اور بلند پایہ کتابیں لکھیں، ان میں قرآن مجید کی تفسیر فارسی زبان میں بحر المواج کے نام سے ہے۔ دوسری کتاب کافیہ پر حاشیہ ہے

یہ آپ کی مشہور ترین کتاب ہے، ارشاد کے نام سے نحو پر متن لکھی، فنِ بلاغت پر ایک کتاب بدائع المیزان اور اصولِ فقہ پر ایک کتاب شرح بزدوی لکھی، قصیدہ بانت سعاد کی بسیط شرح بھی آپ کی تصنیفات سے ہے، اسی طرح فارسی میں علوم کی تقسیم اور مناقب السادات لکھی، جون پور میں انتقال کیا، اور سلطان ابراہیم شرقی کی مسجد کے جنوبی سمت دفن ہوئے۔

شیخ علی بن شیخ احمد المہائمی متوفی ۸۳۵ھ آپ کا وطن مہائم ہے جو کوکن کا ایک بندرگاہ ہے، کوکن دکن کے اطراف میں ہے۔ مہائمی بہت بڑے صوفی اور صاحب ذوق بزرگ تھے، صوفی ادب پر آپ کی بلند پایہ کتابیں پائی جاتی ہیں، محی الدین ابن عربی کی طرح توحیدِ وجودی کے قائل تھے، آپ کی تصنیفات میں ہیں: تبصیر الرحمن، عوارف المعارف کی شرح مسمی الزوارف، شرح فصوص الحکم اور شیخ صدر الدین قونوی کی النصوص کی شرح۔

مولانا شیخ سعد الدین خیر آبادی نویں صدی (آخری نصف) آپ کے والد ماجد خیر آباد کے قاضی تھے، بچپن ہی میں بزرگ باپ کا سایہ جاتا رہا۔ مکتب میں پڑھنا شروع کیا، روزانہ قرآن مجید تختی پر لکھتے اور رات کے وقت ایکہزار مرتبہ اس کو پڑھتے یہانتک کہ سارا قرآن اسی طرح حفظ کر ڈالا، جوان ہوئے تو مولانا اعظم لکھنوی سے شرف تلمذ حاصل کیا اور حضرت مینا لکھنوی نے خرقہ پہنایا، پیر نے خواب میں ہدایت کی کہ خیر آباد چلے جاؤ۔ آپ لکھنؤ سے چلے آئے اور یہیں مسند درس بچھائی، بہت سی کتابیں لکھیں، مثلاً شرح بزدوی، شرح حسامی، شرح کافیہ، شرح مصباح اور رسالہ مکیہ کی شرح لکھی اس میں اپنے شیخ حضرت مینا قدس سرہ کے حالات و ملفوظات قلمبند کئے۔

مولانا عبداللہ بن الہداد العثمانی التلنبی ۹۲۲ھ تلنبہ ملتان کے نزدیک ایک بہت بڑا شہر ہے آپ منقولات و معقولات دونوں میں یگانۂ روزگار تھے، اپنے وطن میں درس دیتے تھے، بہت دنوں کے بعد وطن سے ہجرت کرکے دہلی آئے سلطان سکندر بن بہلول لودی کا زمانہ تھا، اس نے تعظیم و تکریم کی، آپ یہیں تدریس میں مشغول ہوئے اور دہلی میں انتقال کیا۔

شیخ علی المتقی (۹۷۵ھ) آپ کے آبا و اجداد جون پور کے رہنے والے تھے، آپ برہان پور میں رہتے تھے۔ شیخ

حسام الدین سے شرف تلمذ حاصل کیا، ۹۵۳ھ میں حرمین کا سفر کیا اور شیخ ابو الحسن البکری کی صحبت میں رہے اور آپ سے حصولِ فیض و استفادہ کیا، مکہ معظمہ میں رہنے لگے اور تدریس و تالیف کا سلسلہ جاری کیا، فقہی ابواب پر سیوطی کی جمع الجوامع کی ترتیب دی، شیخ ابو الحسن البکری کہا کرتے کہ سیوطی کا احسان سارے جہان پر ہے اور متقی کا احسان سیوطی پر ہے، عربی و فارسی میں آپ کی چھوٹی بڑی تصنیفات کی تعداد ایک سو تک پہنچی ہے۔ اور شیخ ابن حجرؒ (صاحب صواعق محرقہ) متقی کے استاد تھے، آخر میں انھوں نے خود متقی کی شاگردی اختیار کی اور ان سے خرقۂ درویشی پہنا۔

شیخ محمد طاہر فتنی مقتول ۹۸۶ھ

آپ علاقہ گجرات کے شہر فتن کے رہنے والے تھے، بہت بڑے خادمِ حدیث اور ناصرِ سنت تھے، گجرات کے بعض علما سے شرف تلمذ حاصل کیا اور کسی قدر علومِ متداولہ پڑھکر حرمین شریفین کا سفر کیا، اور وہاں کے مشائخ اور علما سے ملے خصوصیت کے ساتھ شیخ علی المتقی کے فیوض و برکات سے بہت زیادہ مستفیض ہوئے، پھر وطن لوٹ کر آئے، بزرگ استاد (علی متقی) کی وصیت کے مطابق تالیف و تصنیف میں مشغول ہو، حدیث میں مجمع البحار، اسما الرجال پر المغنی اور تذکرۃ الموضوعات لکھی اپنے شیخ کی طرح فرقہ بوہرہ مہدویہ کی بیخ کنی اور رد میں برابر لگے رہے، یہ فرقہ سید محمد جون پوری کا پیرو ہے جنھوں نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا، آپ نے عہد کیا تھا کہ کبھی سر پر عمامہ نہ رکھونگا جب تک اس فرقہ سے بدعت کا ازالہ نہ ہو جائے، جب سلطان جلال الدین اکبر گجرات پہنچا تو اس نے اپنے ہاتھ سے آپ کے سر پر عمامہ باندھا اور کہا کہ دینِ مبین کی نصرت اور بدعتیوں کے فرقہ کی تخریب آپ کے ذمہ ہے، اپنے رضاعی بھائی مرزا عزیز کوکہ ملقب بہ خانِ اعظم کو سلطان نے حکومت گجرات عطا کی اس نے شیخ کی اعانت کی اور بدعات کا قلع قمع کیا، جب خانِ اعظم معزول ہو گئے اور ان کی جگہ عبدالرحیم خانخاناں کو ملی تو چونکہ وہ خود شیعی تھے اس لئے مذہب مہدویہ نے زور پکڑا اور اس فرقہ کے لوگ گوشہ گوشہ سے نکل کر میدان جدل میں آگئے۔ شیخ نے عمامہ سر سے اتارا اور اکبر کے دربار کی طرف چلے۔ سلطان اس وقت دار الخلافہ اکبر آباد میں تھا، شیخ کے پیچھے چھپ کر مہدویوں کی ایک جماعت بھی چلی، جب شیخ اجین میں پہنچے تو یہ لوگ آپ

پر حملہ آور ہوئے اور آپ کو شہید کر ڈالا۔ آپ کی نعش فتن لائی گئی اور وہاں اپنے خاندان کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔
آپ کے پوتے شیخ عبدالقادر بن شیخ ابوبکر بہت بڑے عالم اور مکہ کے مفتی تھے، فقاہت میں امتیاز رکھتے تھے، بڑے فصیح اور بلیغ تھے آپ کی تصنیفات میں الفتاوی (چار جلدوں میں ہے) اور مجموعہ منشآت ہے آپ کے استاد شیخ عبداللہ طرفہ انصاری المکی الشافعی نے اپنے لائق شاگرد کی مدح میں ایک قصیدہ کہا اس میں انھوں نے آپ کو ابوبکر صدیقؓ کی اولاد بتایا ہے۔

شیخ وجیہ الدین متوفی ۹۹۸ھ | آپ علاقہ گجرات کے ایک شہر جاپانیر میں ۹۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور یہیں جوان ہوئے اس کے بعد گجرات میں آئے اور ملا عماد الطارمی سے فنون کی تعلیم حاصل کی اور شیخ قاضن قدس سرہ سے خرقہ پہنا، جب شیخ محمد غوث گوالیاری گجرات میں آئے تو شیخ وجیہ الدین آپ کے سلکِ ارادت میں منسلک ہوگئے، آپ کی تصنیفات میں سے اصولِ حدیث میں شرح النخبہ اور حاشیہ تفسیر بیضاوی ہے اس کے علاوہ بہت سی کتابوں پر آپ کے حواشی ہیں، مثلاً العضدی، التلویح، البزدوی، ہدایۃ الفقہ، شرح وقایہ، المطول، المختصر شرح التجرید، الاصفہانی، العقاید للتفتازانی، الحاشیہ القدیمہ للمحقق الدوانی، شرح مواقف، شرح حکمۃ العین، شرح المقاصد، الفوائد الضیائیہ، الشمسیہ، شرح الجغمینی۔ ان تمام کتابوں پر آپ کے حواشی ہیں ان کے علاوہ مفصلہ ذیل شروح بھی آپ کی افادات میں سے ہیں۔ شرح تحفۃ الشاہیہ، شرح رسالہ لملا علی القوشجی فی الہیئۃ (فارسی میں) شرح الارشاد للقاضی شہاب الدین دولت آبادی فی النحو، شرح ابیات المنہل، شرح جام جہاں نمائی فی التصوف شرح کلید مخازن، رسالہ فی الحقیقۃ المحمدیہ،

ابوالفیض فیضی متوفی ۱۰۰۴ھ | اکبر آباد میں (۹۵۴ھ) پیدا ہوئے اپنے والد شیخ مبارک صاحب تفسیر منبع عیون المعانی سے علوم متداولہ پڑھے فارسی کے بہت بڑے عالم، ادیب اور شاعر تھے ہی عربی میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا اور سنسکرت میں بھی مہارت رکھتے تھے، اخلاق پر آپ کی کتاب موارد الکلم اور تفسیر قرآن مسمی سواطع الالہام، عربی میں ہیں، فیضی نے ان کتابوں میں یہ التزام کیا ہے کہ کوئی نقطہ والا حرف عبارت میں نہیں لائے۔ معنوی

اعتبار سے یہ کوئی مستحسن فعل تھا یا نہیں لیکن اس سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ وہ عربی ادب میں پوری مہارت رکھتا تھا اور باوجود اس سخت ترین قید کے اس نے نصف قرآن کی تفسیر لکھ ڈالی، مولانا آزاد نے سورۂ کوثر کی تفسیر کا نمونہ بھی دیا ہے۔ فیضی پر فقیر کا ایک بسیط مضمون شائع ہو چکا ہے۔

السید صبغۃ اللہ البروجی
متوفی سنہ ۱۰۱۴ھ

آپ صوبۂ گجرات کے ایک شہر بروج میں پیدا ہوئے اور شیخ وجیہ الدین گجراتی سے علوم حاصل کئے اور آپ ہی سے خرقہ پہنا، اپنے شیخ کے حکم کے مطابق اپنے شہر میں درس دینے لگے اور بہت سے لوگوں کو اپنے رنگ میں رنگ ڈالا، آپ پر زیارتِ حرمین کا شوق غالب ہوا، وہاں گئے اور پھر بروج واپس آئے، سنہ ۹۹۹ھ میں مالوہ آئے پھر زیارتِ نبوی کا ولولہ پیدا ہوا، جلدی جلدی عنانِ عزیمت احمد نگر کی طرف موڑی، اور ایک سال تک یہاں کے حاکم برہان الملک کے کہنے سے یہیں قیام پذیر رہے، پھر حرمین کے قصد سے نکلے، اور بیجاپور میں آئے۔ یہاں کے بادشاہ سلطان ابراہیم نے آپ کی خدمت کی، آپ کیلئے اسبابِ سفر درست کیا، اور اپنا خاص جہاز جو بلادِ دکن کے کسی بندرگاہ میں لنگر انداز رہا کرتا تھا، سواری کے لئے عطا کیا۔ آپ اپنے تمام مریدوں اور خادموں کے ساتھ سوار ہوئے اور اماکنِ مقدسہ تک پہنچے، مدینہ منورہ میں کوہِ اُحُد پر قیام کیا اور جواہر خمسہ کا عربی میں ترجمہ کیا، اور آپ کے شاگرد شیخ احمد الشناوی نے اس پر حاشیہ لکھا، شنا مصر میں ایک شہر ہے شیخ محمد عقیلہ مکی نے اپنی کتاب لسان الزمان میں آپ کے حالات قلمبند کئے ہیں، آپ کی تصنیفات میں کتاب الوحدۃ اور رسالہ ارائۃ الدقائق فی شرحِ مرآۃ الحقائق ہیں، آپ نے مدینہ میں انتقال کیا آپ کی قبر پر لوگ زیارت کرنے جاتے ہیں۔

شیخ احمد بن شیخ عبدالاحد فاروقی سرہندی
متوفی سنہ ۱۰۳۴ھ

آپ حضرت فاروقؓ کی اولاد میں سے ہیں، سنہ ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے، بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا، پہلے اپنے والد مولانا شیخ عبدالاحد سے تعلیم حاصل کی اور مختلف علوم پڑھے۔ پھر سیالکوٹ چلے گئے، اور مولانا کمال الدین کشمیری سے معقولات اور مولانا یعقوب کشمیری سے حدیث پڑھی سترہ سال کی عمر میں علوم درسیہ سے فارغ ہو گئے، اور تصنیف و تالیف میں لگ گئے اور عربی فارسی میں بہت اچھے اچھے رسائل لکھے، پھر سرہند سے دہلی چلے آئے اور خواجہ باقی باللہؒ سے طریقۂ نقشبندیہ اپنے والد سے طریقۂ چشتیہ میں

اجازت حاصل کی آپ کی بیعت و رشاد کا سلسلہ سرہند سے گذر کر ماوراالنہر، روم، شام اور مغرب تک پہنچا، فارسی زبان میں آپ کے مکتوبات کا مجموعہ تین جلدوں میں ہے، آزاد لکھتے ہیں ھی حجج قواطع علی تبحرہ وبراھین سواطع علیٰ تبصّرہ آزاد کا بیان ہے کہ کسی نے عربی میں ان مکتوبات کا ترجمہ کیا ہے لیکن یہ ترجمہ آزاد کی نظر سے نہیں گزرا، شیخ احمد نے اپنے بعض مکتوبات کے اندر اپنے بعض معارف کا تذکرہ کیا ہے۔ علامہ آزاد نے ان مکتوبات کا عربی ترجمہ سبحۃ المرجان میں دیا ہے۔ ان میں جہانگیر اور شاہجہاں سے معارضہ، تعلق اور ہمنشینی کا تذکرہ ہے جس کا تعلق سیاسی مسائل سے ہے اور یہاں اس بحث کی گنجائش نہیں، تین سال تک قید و بند کی مصیبتیں جھیلنے کے بعد آزاد ہوئے اور اپنے وطن آئے اور یہیں انتقال کیا۔ آپ کی حسب ذیل تصنیفات ہیں۔

رسالہ التہلیلیہ، رسالہ اثبات النبوۃ، رسالہ المبدا والمعاد، رسالہ المکاشفات العینیہ، رسالہ آداب المریدین رسالہ المعارف اللدنیہ، تعلیقات العوارف وشرح الرباعیات للخواجہ عبدالباقی۔

ملا عصمۃ اللہ سہارنپوری متوفی ۱۰۹۳ھ | آپ ملٹن، المعری اور ہومر کی طرح نابینا تھے، علم کی خدمت اور درس و افادہ میں زندگی بسر کی، اور مفید کتابیں لکھیں۔ اس میں ایک فوائد الضیائیہ پر حاشیہ بھی ہے۔

مولانا شیخ عبدالحق دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ زار تھے، سن شعور ہی سے طلبِ علم کی طرف متوجہ ہوئے ریعانِ شباب ہی میں اکثر علم دینیہ حاصل کر چکے تھے ۲۲ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ قرآن حفظ کیا اور مسندِ تدریس و افادہ پر بیٹھ گئے۔ جوانی ہی میں جذبہ الٰہیہ طاری ہو گیا، وطن اور اعزہ کو تیاگ کر کے حرمین کا رخ کیا، اور یہاں بہت دنوں تک قیام پذیر رہے۔ اولیا و اقطاب کی صحبت و ملازمت سے شرف اندوز ہوئے خصوصیت کے ساتھ حدیث کی تکمیل کی اور وطن لوٹ آئے، شادی کی اور ہندوستان میں حدیث کی ایسی خدمات انجام دیں کہ ان سے قبل کسی عالم کو یہ سعادت نصیب نہ ہوئی تھی، حدیث پر بہت سی مستند و معتبر کتابیں لکھیں جن کی طرف سارے عالم کے علمانے توجہ کی اور ان کو اپنے عمل کا دستور بنایا۔ آپ کی چھوٹی بڑی تصنیفات کی تعداد ایک سو تک پہنچتی ہے، ۹۸۵ھ میں شیخ موسیٰ القادری سے خرقہ قادریہ

حاصل کیا، شیخ موسیٰ شیخ جلال الدین بخاری اور وہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد سے ہیں، جب شیخ عبدالحق مکہ پہنچے تو شیخ عبدالوہاب متقی تلمیذ شیخ علی متقی (سابق الذکر) کی صحبت سے مستفیض ہوئے، اور ان سے کتب احادیث کی اجازت حاصل کی۔

قاضی نورالحق دہلوی سنہ ۱۰۷۳ھ
آپ شیخ عبدالحقؒ کے صاحبزادے ہیں۔ شاہجہاں نے آپ کو اکبرآباد کا قاضی مقرر کیا۔ آپ نے یہ فرض نہایت دیانت اور عمدگی سے انجام دیا۔ آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں، ان میں بخاری شریف کا فارسی ترجمہ بھی ہے۔

ملا محمود فاروقی متوفی سنہ ۱۰۶۲ھ
ملا محمود نے اپنے جد قریب مولانا شیخ شاہ محمد (متوفی سنہ ۱۰۳۲ھ) اور استاد الملک مولانا شیخ محمد افضل جون پوری سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آخرالذکر معقولات اور منقولات میں صاحب کمال گذرے ہیں، جون پور میں درس وارشاد دیا کرتے تھے، ملا محمود نے سترہ برس کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی اس کے بعد آپ تصنیف وتالیف کی طرف راغب ہوگئے اور حکمت میں شمس بازغہ تالیف کی اور الفرائد شرح الفوائد کے نام سے قاضی عضدالدین الایجی کی کتاب فوائد الغیاثیہ کی شرح لکھی جو معانی، بیان اور بدیع پر ہے۔ آزاد فرماتے ہیں وجدتہ علی ریاض الادب سحاباً مطیراً (چمن ادب میں ابر باراں کی طرح پایا) علامہ نے ساری عمر کوئی ایسا مسئلہ نہیں بیان کیا جس سے رجوع کیا ہو، آپ سے کوئی سوال کیا جاتا، اگر طبیعت موزوں ہوتی فوراً جواب دیدیتے ورنہ کہہ دیتے کہ اس وقت طبیعت موزوں نہیں "صبح صادق" کا مصنف علامہ موصوف کے شاگردوں میں سے ہے، یہ کتاب فارسی زبان میں ہے، مصنف نے اس میں آپ کے حالاتِ زندگی لکھے ہیں۔ اس کی روایت ہے کہ جب مولانا محمود نے تکمیل علم کرلی تو دارالخلافہ اکبرآباد کی طرف گئے اور آصف خاں سے ملے جو سلطان شاہجہاں کے امرائے عظام میں سے اور حکومت کے رکن رکین تھے۔ آزاد بھی ان سے اکبرآباد میں ملے۔ پھر مولانا محمود جون پور چلے آئے اور درس دینے لگے، فارسی زبان میں بھی مولانا نے عورتوں کے اقسام اور تعریف کے متعلق چار ورق کا ایک رسالہ لکھا، ملا محمود نے وفات کی تو آپ کے استاد شیخ افضل زندہ تھے۔ آپ کو

لائق شاگرد کی وفات کا سخت غم ہوا، آپ چالیس دن تک مسکرائے بھی نہیں اور چالیس دن کے بعد اپنے شاگرد سے مل گئے۔ آزاد کا بیان ہے کہ ہندوستان کے اندر فاروقیوں میں مولانا احمد سرہندی اور ملا محمود کی طرح کوئی پیدا نہ ہوا، سابق الذکر علم حقائق میں کامل تھے اور ثانی الذکر حکمت اور ادب میں لاثانی تھے۔

فقیر آروی کہتا ہے کہ آزاد کی وفات کے بعد ہندوستان میں ایک ایسا فاروقی گھرانہ معرض وجود میں آیا جس کے بہت سے افراد غزالی اور ابن تیمیہ سے مرتبہ میں کم نہ تھے، میری مراد حضرت شاہ ولی اللہؒ اور آپ کی اولاد سے ہے۔

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ آپ سیالکوٹ (پنجاب) کے رہنے والے تھے، مولی المحبی اور آزاد بلگرامی دونوں نے آپ کے حالات، اوصاف اور کمالات پر روشنی ڈالی ہے، آپ کے والد کا نام شمس الدین تھا۔ آپ مجدد سرہندی کے استاد تھے۔ جہانگیر کے دورِ حکومت میں سیالکوٹ کے اندر علمی افادہ میں مشغول تھے، جب شاہجہاں تخت پر بیٹھا اور علم کی ترویج اور علمار کی سرپرستی کی طرف متوجہ ہوا تو بادشاہ نے ملا عبدالحکیم کو بھی نوازا، محبی اپنے تذکرہ خلاصۃ الاثر میں لکھتا ہے کہ

کان رئیس العلماء عند سلطان الھند	ہندوستان کے بادشاہ خرم شاہجہاں کے دربار میں تمام
خرم شاہ جہان لایصدر الا عن رائہ	علماء سے برتر و افضل تھے، بادشاہ بلا مشورہ آپ سے
ولم یبلغ احد من علماء الھند فی وقتہ	کوئی کام نہیں کرتا، اور اس عہد کے کسی ہندوستانی
مابلغ من الشان والرفعۃ ؎	عالم کو وہ شان اور سربلندی نصیب نہ ہوئی جو
؎	آپ کو حاصل تھی۔

آزاد فرماتے ہیں کہ شاہجہاں نے آپ کو دو مرتبہ میزان میں تولا، اور دونوں مرتبہ آپ کا وزن چھ ہزار ہوا، اور یہ رقم آپ کو عطا کردی اور متعدد گاؤں جاگیر میں دیئے جن کے ذریعہ آپ پورے عیش و آرام

؎ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرآن الحادی عشرہ جلد ثانی ص ۳۱۸۔

کیساتھ زندگی تدریس وتالیف میں بسر کرنے لگے [۱][۵]۔

آپ نے متعدد کتابیں لکھیں، ان میں زیادہ تر مشہور اور مستند کتابوں پر حواشی ہیں، مولوی محبی نے صرف چند کتابوں کے نام گنائے ہیں، آزاد نے ملا صاحب کی تصانیف کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی، حاشیہ مقدمات التلویح، حاشیہ المطول، حاشیہ شرح المواقف، حاشیہ شرح العقائد للتفتازانی، حاشیہ شرح العقائد للدوانی، حاشیہ علی حاشیہ الخیالی، حاشیہ شرح الشمسیہ، فوائد الضیائیہ عبد الغفور کے حاشیہ پر حاشیہ، حاشیہ شرح المطالع، الدرۃ الثمنیہ (وجود واجب میں) حواشی علی ہوامش شرح حکمۃ العین، حواشی علی ہوامش شرح ہدایۃ الحکمۃ للہیدی، حواشی علی ہوامش مراح الارواح۔

صاحب خلاصۃ الاثر لکھتے ہیں کہ میں نے تفسیر بیضاوی پر ملا صاحب کا حاشیہ دیکھا ہے۔ اس میں دقیق بحثیں پائی جاتی ہیں، لیکن یہ حاشیہ پوری تفسیر پر نہیں بلکہ صرف سورہ بقر کے بعض حصوں سے متعلق ہے۔

مولانا شیخ عبدالرشید متوفی سنہ ۱۰۸۳ھ آپ کا وطن جون پور تھا شمس الحق کے لقب سے ملقب ہوئے شیخ فضل اللہ جونپوری سے شرف تلمذ حاصل کیا، اور اپنے والد شیخ مصطفیٰ سے خرقہ پہنا، انھوں نے شیخ محمد سے اور انھوں نے شیخ نظام الدین امیٹھوی (متوفی سنہ ۹۷۹ھ) سے جو ہندوستان کے مشہور بزرگ گذرے ہیں، شروع شروع مسند تدریس بچھائی اس کے بعد یہ شغل ترک کر دیا اور علم حقیقت کی کتابوں کا خصوصیت کے ساتھ شیخ محی الدین ابن عربی کی تصانیف کا مطالعہ کرنے لگے، اور ابن عربی کی جن عبارتوں پر علمائے ظاہر کا اعتراض وارد ہوا کرتا ہے ان کی بہتر توجیہ کرتے۔ امراء اور اغنیاء سے ملتے جلتے نہ تھے۔ سلطان شاہ جہاں نے جب

---

[۱] سبحۃ المرجان ص ۴۴۔ [۵] نوٹ:۔ شاہ جہاں نے اگر ایک طرف شعراء وادباء پر غیر معمولی بارش کرم کی تو دوسری طرف علمائے دین کو بھی بہت زیادہ مورد الطاف بنایا، مرزا افضل سرخوش کا بیان ہے کہ شاہجہاں نے ایک مرتبہ ابوطالب کلیم کو سونے سے تولا۔ روم کے بادشاہ نے یہ اعتراض کیا کہ آپ نے "شاہجہاں" لقب کیوں اختیار کیا ہے؟ حالانکہ آپ صرف شاہ ہند ہیں۔ ابوطالب کلیم نے جواب میں یہ شعر کہا ؎ ہند وجہاں زروئے عدد چوں برابر است + بر شہ خطاب شاہ جہاں زاں مقرر است (کلمات الشعراء) آزاد کی سبحۃ المرجان سے پتہ چلتا ہے کہ شاہجہاں نے ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اور میر زاہد (صاحب شمس بازغہ) کے والد قاضی اسلم ہروی کو بھی تولا اور وزن کی کل رقم انھیں لوگوں کو عطا کر دی۔

آپ کے اوصاف و محامد سنے تو خط لکھکر بلایا اور ایک آدمی کو بھیجا، آپ نے ملنے سے انکار کردیا اور جب تک زندہ رہے گوشۂ عزلت سے باہر قدم نہ نکالا، وفات کی حالت بھی عجیب تھی، فجر کی سنت سے فارغ ہوگئے تھے اور فرض کا تحریمہ باندھ چکے تھے کہ داعیِ حق کو لبیک کہا، آپ نے مفید تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں، مناظرہ میں رشیدیہ، اور زاد السالکین، اور اسرار الخلوۃ، ابن عربی کی شرح اور رسالہ محکوم المربوط جس میں ابن عربی کے بعض کلام کا ترجمہ اور شرح مختصر عضدی کے متفرق حواشی، اور کافیہ ابن حاجب پر فارسی میں حاشیہ اور اوراد و وظائف پر مقصود الطالبین اور فارسی میں دیوان شعر،

میرزاہد بن قاضی محمد اسلم ہروی متوفی سنہ ۱۱۰۱ھ	ہندوستان میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو ونما پائی، اپنے والد اور دوسرے علماء ہند سے استفادہ کیا، میدانِ تحقیق میں علم بلند کیا، اور اپنے عہد اور مابعد کے علماء سے گوئے

سبقت لے گئے، شاہجہاں کے دربار میں پہنچے اس نے سنہ ۱۰۶۲ھ میں کابل کی وقائع نگاری کا منصب عطا کیا، آپ کابل گئے اور مدتِ مدید تک فرضِ منصبی انجام دیتے رہے، جب سلطان عالمگیر سریر آرائے حکومت ہوا تو کچھ دنوں اسی خدمت پر مامور رہے پھر سلطان عالمگیر کی فوج میں آئے اس نے سنہ ۱۰۷۰ھ میں فوج کا محاسب مقرر کیا پھر آپ نے سلطان سے کابل کی صدارت مانگی، شاہ جہاں نے عطا کی آپ کابل چلے گئے اور آپ نے وہاں مسندِ درس بچھائی آپ نے بہتیری عمدہ عمدہ کتابیں تصنیف کیں، شرح المواقف، شرح التہذیب، دوانی، التصور والتصدیق ملا قطب الدین رازی پر حاشیہ اور شرح الہیاکل پر معرکۃ الارا حواشی لکھے، آزاد نے آپ کے پوتے اسلم خاں سے آپ کا سالِ وفات دریافت کیا، آپ نے کابل میں انتقال کیا اور یہیں دفن ہوئے۔

آپ کے والد قاضی محمد اسلم ہرات میں پیدا ہوئے، کابل میں سکونت اختیار کی، آپ خراساں کے مشہور بزرگ خواجہ کوہی کی اولاد میں سے تھے قاضی صاحب طلب علم کیلئے لاہور آئے اور یہاں کے مشہور عالم شیخ بہلول سے شرف تلمذ حاصل کیا، اور جب تحصیلِ علم سے فراغت حاصل کر چکے، سلطان جہانگیر کی خدمت میں آئے اسوقت وہ مستقر الخلافۃ اکبرآباد میں تھا، بادشاہ نے قاضی صاحب کی طرف توجہ کی اسوجہ سے کہ وہ سلطان کے استاد مولانا

کلاں محدث کے عزیزوں میں تھے یہ مولانا کلاں شیخ کوہی کے پوتے تھے، بڑے بڑے علمار سے فنون درسیہ حاصل کئے اور میرک شاہ شیرازی سے حدیث پڑھی اور سلسلۂ نقشبندیہ کے بہت سے مشائخ کی صحبت میں رہے۔ حرمین کی زیارت سے مشرف ہو کر ہندوستان آئے تو اکبر نے بہت احترام کیا، اور اپنے لڑکے جہانگیر کی تعلیم پر مامور کیا، ہندوستان کی جماعتِ کثیر نے آپ سے حدیث حاصل کی، ایک سو برس کی عمر پائی، ۹۸۳ھ میں وفات کی، اور اکبرآباد میں دفن ہوئے، آپ ملا علی قاری کے شیوخ میں سے ہیں۔ ملا صاحب موصوف المرقات شرح المشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ میں نے مشکوٰۃ کی بعض حدیثیں مولانا میر کلاں سے پڑھیں، انھوں نے میرک شاہ سے انھوں نے اپنے والد مولانا جمال الدین صاحبِ روضۃ الاحباب سے انھوں نے اپنے چچا سید اصیل الدین شیرازی سے۔

جہانگیر نے قاضی اسلم کو کابل کی قضا تفویض کی، بہت دنوں تک آپ یہ خدمت انجام دیتے رہے پھر سلطان نے آپ کو بلالیا اور اپنی فوج کی قضا سپرد کی، جب شاہجہاں تخت پر بیٹھا تو قاضی صاحب کو منصب قضا پر بدستور مقرر کیا، اور اس پر امارت ہزاری کا اضافہ کیا، تیس برس تک آپ منصب قضا پر فائز رہے اور غایت دیانت کے ساتھ فرائض انجام دیتے رہے، سلطان کی عنایات بھی بدرجہ اتم تھیں۔ سلطان نے ۱۰۵۵ھ میں آپ کو میزان میں تولا اور چھ ہزار پانچسو روپے آپ کو عطا کیا، اتفاق سے ایک دن دربار میں آپ کا پیر پھسل گیا اور آپ گر پڑے سخت چوٹ آئی، چار ماہ تک ذی فراش رہے اچھے ہوئے تو کابل جانے کی رخصت طلب کی، بادشاہ نے اجازت دی اور دس ہزار روپیہ کا وظیفہ مقرر کیا۔ یہ ان جاگیروں کے علاوہ تھا جو آپ کے منصب پر مقرر تھے، آپ نے ۱۰۶۱ھ میں انتقال کیا اور لاہور میں دفن ہوئے۔

(باقی آئندہ)